ہم تحریک اسلامی کے کارکُن کیسے بنیں؟

سید جلال الدین عمری - انڈیا

آیئے اس سوال پر غور کرنے سے پہلے اسی سے متعلق ایک اور سوال پر غور کرلیں - وہ یہ کہ کیا اسلام ایک تحریک ہے؟ اگر اس کا جواب اثبات میں ہو تو اُوپر کا سوال با معنی ہوگا، ورنہ اس کے کوئی معنی نہیں ہوں گے - اسلام کو جب ایک تحریک کہا جاتا ہے تو اس کی مخالفت دَورِ جدید کے علمبرداروں کی طرف سے بھی ہوتی ہے اور بعض مذاہب کے حاملین کی طرف سے بھی - دَورِ جدید اسلام کو ایک مذہب سمجھتا ہے اور مذہب کے بارے میں ان کا تصور یہ ہے کہ یہ پوجا پاٹ اور کچھ رسوم اور مراسم کا مجموعہ ہے - جو لوگ اسے مانتے ہیں اس پر عمل کرسکتے ہیں لیکن زندگی کے اور معاملات سے نہ تو اس کا کوئی تعلق ہے اور نہ ہونا چاہیے - آج پوری دُنیا کا اجتماعی اور سیاسی نظام اسی تصور پر مبنی ہے کہ مذہب فرد کا ذاتی معاملہ ہے - اجتماعی زندگی اس سے الگ رہے گی - مذہب کے بارے میں اس رویہ کو صحیح ثابت کرنے کے لیے کہا جاتا ہے کہ اگر مذہب دُنیا کے اجتماعی اُمور و معاملات سے متعلق ہوگا تو دُنیا فتنہ و فساد کی آماجگاہ بن جائے گی - لیکن تعجب ہے یہ بات وہ لوگ کہتے ہیں، جنہوں نے خود دُنیا کو فتنہ و فساد سے بھر رکھا ہے - اس وقت دُنیا میں جو بگاڑ ہے وہ مذہب کا پیدا کردہ نہیں ہے بلکہ خدا بیزاری اور مذہب دشمنی کے یہ کڑوے کسیلے پھل ہیں جو انسان کو چکھنے پڑ رہے ہیں، بلکہ انہیں سے وہ پیٹ بھرنے پر مجبور ہے -

یہ تو ہے مذہب کے بارے میں دَورِ جدید کا نقطہ نظر - اس کے ساتھ بعض مذاہب اور ان کے حاملین نے بھی یہ تصور دینے کی کوشش کی کہ مذہب اصلاً رُوح کے تزکیہ اور طہارت کے لیے ہے - یہ مقامِ بلند

اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ انسان دنیا اور اس کے مسائل سے بے تعلق نہ ہو جائے اور نفس اور اس کی خواہشات کو پوری طرح کچل نہ دے۔ اس کے لیے خاص قسم کی ریاضتیں وجود میں آئیں۔ مشقیں اور تجربات ہونے لگے اور روحانی ترقی کے چاہنے والے دنیا کو چھوڑ کر پہاڑوں، غاروں اور جنگلوں میں چلے گئے۔ اس سے رہبانیت کا ایک پورا نظام وجود میں آیا۔ یہ نظام دورِ جدید کے تصورِ مذہب کو تقویت پہنچاتا رہا۔ اس لیے اسے پھلنے پھولنے کے مواقع بھی فراہم ہوتے رہے۔ اس طرح عملاً ایک نے ایک جذبے سے اور دوسرے نے دوسرے جذبے سے مذہب کو انسان کی اجتماعی زندگی سے بے دخل کر دیا۔ اسلام کو جو ہم تحریک کہتے ہیں تو ان دونوں نظریات کی تردید کرتے ہیں اور انھیں غلط اور باطل قرار دیتے ہیں۔

تحریک نام ہے کسی مقصد کے لیے حرکت اور جدوجہد کا۔ یہ مقصد جس نوعیت کا ہوگا اسی نوعیت کی جدوجہد ہوگی۔ اسے بعض مثالوں سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اس وقت پورے سماج میں بے ایمانی اور رشوت پھیلی ہوئی ہے۔ فرض کیجیے آپ اس کے خلاف کوئی اصلاحی تحریک چلانا چاہتے ہیں تو اس کا ایک خاص میدان ہوگا یا تعلیم کو عام کرنے کی تحریک آپ کے پیش نظر ہو تو یہ کام خاص حدود میں ہوگا۔ یا کوئی سیاسی تحریک چلانا چاہیں تو اس کا بھی ایک دائرہ ہوگا۔ لیکن اسلام انسان کو پوری طرح بدل دینے کا نام ہے اس کی شخصی زندگی کو بھی اور اجتماعی زندگی کو بھی۔ یہ دنیا کی سب سے بڑی تحریک ہے جو انسان کو نفس اور خواہش کی غلامی سے، قوم اور قبیلے کی غلامی سے، رسم و رواج کی غلامی سے، غرض یہ کہ ہر چھوٹی بڑی غلامی سے نجات دلا کر ایک خدا کا بندہ اور غلام اور اس کے احکام کا پابند بنانا چاہتی ہے۔ اس تحریک کا ہدف اور گول (GOAL) ہے۔

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ۔ (النحل ۳۶) اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔

وہ اس اعلان کے ساتھ آتی ہے کہ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ (اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے)۔ اس کا مطالبہ ہے: اُدْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً (اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ)۔ وہ کامیابی کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو ضروری قرار دیتا ہے۔ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو

اللہ کے رسول کی اُمید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا"۔ اس نظریہ کی بنیاد پر عرب کی سرزمین میں آج سے چودہ سو سال پہلے جو تحریک اُٹھی اس نے پورے معاشرے میں ایک ہل چل پیدا کر دی، اس نے مُردوں کو زندہ کیا، سوتوں کو جگایا، کمزوروں کو توانائی عطا کی۔ اپاہجوں کو چلنا سکھایا۔ اور جو لوگ اپنے نفس کے بندے تھے، ان کو خدا کا بندہ بنایا، جو خواہشات کے پیچھے چل رہے تھے ان کو حدود و قیود میں رہنا سکھایا۔ اس سے ایک ایسی اُمت وجود میں آئی جو اس انقلابی فکر کو لے اطرافِ عالم میں پھیل گئی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے دُنیا کے ایک بڑے حصہ پر اس نے اسلام کا پرچم گاڑ دیا۔

اسلام نے انسانی زندگی کو جن حدود کا پابند بنایا، اُن کا جب ذکر کیا جاتا ہے تو وہ موجودہ دور کے سامنے سترھویں اور اٹھارھویں صدی کی مذہبی بندشیں آجاتی ہیں۔ جن کی وجہ سے ذہن و فکر پر تالے لگاتے اور سائنسی اور تمدنی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کی کوشش کی گئی اور اس کے لیے بدترین قسم کی تشدد آمیز کارروائیاں کی گئیں۔ یہ سب کچھ مذہبیت کے نام پر اس کے غلط ترجمانوں نے کیا۔ اس قابلِ مذمت کارروائی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس نے عقل و دانش کے استعمال پر کبھی کوئی پابندی نہیں لگائی۔ بلکہ نئی تحقیقات کی راہ کھولی اور تمدن کو آگے بڑھایا۔ وہ تو انسان کے نفس اور خواہشات پر پابندی لگاتا ہے۔ اوہام و خرافات اور بے بنیاد تصورات سے نجات دلاتا ہے غلط رسوم و رواج اور بے جا بندشوں سے محفوظ رکھتا ہے، اس کی پابندیاں ترقی کی ضامن ہیں نہ کہ اس کی راہ میں رکاوٹ۔

تحریکِ اسلامی' مذہب کے جامد تصور کے خلاف اسلام کا جو حرکی تصور پیش کرتی ہے یہ اس کا ایک ہلکا سا تعارف ہے۔ اب آیئے یہ دیکھیں کہ آدمی اس تحریک کا کارکن کیسے بنتا ہے، لیکن یہاں ایک بات کی وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ ہر اس شخص کو کسی تحریک کا کارکن کہا جا سکتا ہے جو اس کے لیے وقت دے، تھوڑی سی دوڑ دھوپ کرے اور اس کے بعض کاموں میں تعاون کرے، لیکن اس وقت میرے سامنے مثالی اور معیاری کارکن کا تصور ہے۔ مثالی کارکن وہ ہے جو اپنی پوری زندگی تحریک کے حوالے کر دے، اسی کے لیے سوچے، اسی کے لیے تگ و دو کرے، اسی کی فکر میں تڑپتا رہے، اور تحریک کے مفاد کے لیے اپنے ہر مفاد کو قربان کر دے۔ اس کی جان، مال، قوت و صلاحیت سب کچھ تحریک کے لیے وقف ہو جائے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ اس کے لیے کارکن کی اصطلاح کو ہلکی سمجھیں اور کوئی اور

اصطلاح تجویز کریں، لیکن میرے خیال میں تحریک کی بڑی سے بڑی خدمت انجام دینے والا بھی اس کا کارکن ہی ہوتا ہے۔

تحریک کے ہر کارکن کو مثالی کارکن بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس کے اندر یہ تمنا، یہ جذبہ اور یہ تڑپ ہونی چاہیے کہ وہ تحریک کا ایک عام کارکن نہیں بلکہ مثالی کارکن بن کر رہے گا، اور تحریک کی بڑی سے بڑی خدمت انجام دے گا۔

اس تحریک کا معیاری اور مثالی کارکن بننے کے لیے آدمی کو زبردست تیاری کرنی ہوگی اور اپنے اندر خاص خوبیاں پیدا کرنی ہوں گی، یہاں ان ہی کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ا۔ جو شخص تحریکِ اسلامی کا معیاری کارکن بننا چاہتا ہو، اس کے لیے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اسلام کا گہرا علم حاصل کرے، اسے اچھی طرح سمجھے، اس کے احکام و مقاصد سے باخبر ہو، اس کی رُوح اور مزاج کو اپنے اندر جذب کرے۔ اور یہ علم اور واقفیت اتنی بڑھ جائے کہ اسے اسلام کی حقانیت پر کامل شرحِ صدر حاصل ہو جائے۔ اس کے اندر سے یہ یقین اُبل رہا ہو کہ صرف اسلام ہی کے دامن میں نجات مل سکتی ہے۔ وہ دن کی روشنی میں دیکھ رہا ہو کہ دُنیا باطل نظریات کی آگ میں جل رہی ہے اور غلط اخلاق و اعمال نے اس کو موت کے دہانے تک پہنچا دیا ہے۔ دُنیا کا کوئی نظریہ اس کے اس یقین کو متزلزل نہ کر سکے کہ اس کے پاس نورِ حق ہے اور ظلمت کی ماری ہوئی دُنیا کو وہ راہِ حق دکھا سکتا ہے۔
خدا کے پیغمبر جنھوں نے کفر و ظلمت سے دُنیا کو پاک کیا انھیں اللہ کے دین پر اسی طرح شرحِ صدر ہوتا تھا، اسی طرح شرحِ صدر کے بعد وہ اس پوزیشن میں ہوتے تھے کہ اس بھاری بوجھ کو اُٹھا سکیں جو پہاڑ پر رکھ دیا جائے تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائے اور زمین پر ڈال دیا جائے تو اس کا سینہ شق ہو جائے۔
قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے کہا گیا کہ تبلیغِ دین کی بھاری ذمہ داری نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرحِ صدر کی دولت عطا فرمائی جس کی وجہ سے اس راہ پر استقامت اور اس کے لیے دشواریوں کا برداشت کرنا آپ کے لیے آسان ہو گیا۔

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ	کیا ہم نے تمھارا سینہ تمھارے لیے کھول
وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ الَّذِي	نہیں دیا اور تم پر سے وہ بھاری بوجھ نہیں اُتار
أَنقَضَ ظَهْرَكَ وَرَفَعْنَا لَكَ	دیا، جو تمھاری کمر توڑے ڈال رہا تھا۔ اور تمھاری

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الم نشرح ۴:۹۴) خاطر تمہارے ذکر کا آوازہ بلند کر دیا۔

یہ اللہ کا فضل ہے کہ ہم ایک ایسے دور سے گزر رہے ہیں جس میں اسلام کا نام لینے میں بعض وہ رکاوٹیں نہیں ہیں جو کسی زمانے میں تھیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی اللہ کا فضل ہے کہ اسلامی تحریکیں دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کی وکالت اور ترجمانی کا فرض انجام دے رہی ہیں۔ ان تحریکوں نے بہترین اسلوب میں دین کی تفہیم کی خدمت انجام دی ہے اور دے رہی ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ بہت سے لوگوں نے ان تحریکوں کے نقطۂ نظر، ان کی زبان اور ان کی اصطلاحات کو تو اپنا لیا ہے لیکن ان کی معنویت اور تقاضوں کو وہ پوری طرح اپنے دل و دماغ میں نہیں اُتار سکے ہیں۔ ان تحریکوں کے زیراثر یہ کہنا آسان ہے کہ اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے، لیکن اس اجمال کو کھولنا آسان نہیں ہے۔ ان تحریکوں نے اس حقیقت کا بے باکانہ اظہار کیا کہ انسان کی سیرت کی تعمیر، معاشرہ کی تشکیل اور ریاست کی تنظیم صحیح خطوط پر اسلام ہی کے ذریعے ہو سکتی ہے اس لیے اسی کو زندگی کے ہر پہلو پر حکمرانی کا حق حاصل ہے۔ آپ کو ایسے لوگ ملیں گے جو ان تحریکوں سے تعلق کی بنا پر اس انقلابی فکر کا چرچا تو کرتے ہیں لیکن اس کے مضمرات اور پیچیدگیوں سے پوری طرح واقف نہیں ہیں۔ ان تحریکوں نے بتایا کہ اسلام، عقیدہ، اخلاق، معاشرت، معیشت اور سیاست کے لیے بہترین اصول فراہم کرتا ہے اور دین و دنیا کے سارے مسائل بہت ہی عمدگی سے حل کرتا ہے اس لیے دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ زندگی کے تمام شعبے اسی کے تابع ہوں اور اقتدار و حکومت صرف اسی کی تسلیم کی جائے لیکن ایسے لوگ کم ملیں گے جو اس فکر سے اتفاق کے باوجود زندگی کے کسی ایک شعبہ میں اسلام کی برتری ثابت کر سکیں۔

اس میں شک نہیں کہ تحریک میں عوام بھی ہوتے ہیں اور خواص بھی۔ اس لیے تحریک کے ہر فرد سے اس فکری بلندی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ خواص کا مقام قیادت اور رہنمائی کا ہے، عوام پیچھے چلتے ہیں۔ علم کے بغیر قیادت کا نازک منصب حاصل نہیں ہو سکتا۔ نعرے اور دعوے عوام کے لیے ہوتے ہیں۔ علم والے دنیا کو ان کی معنویت سمجھاتے ہیں۔ تحریک اسلامی کے مثالی کارکن کو علم والوں کی صف میں نظر آنا چاہیے۔ اس کے لیے اسلام کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ اس مطالعہ کے دو پہلو ہیں۔ ایک تو یہ اسلام کا عمومی مطالعہ ہو اور آدمی اس کے بنیادی مسائل اور احکام اور اس کی غرض و غایت سے اس حد تک واقف ہو جائے کہ وہ اس کا اجمالی تعارف کرا سکے۔ تحریک اسلامی کے ہر کارکن کے لیے اس حد تک اسلام کا مطالعہ بے حد ضروری

ہے۔ اس سے غفلت کسی حال میں نہیں ہونی چاہیے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ اسلام کا خصوصی مطالعہ کیا جائے۔ اس سے میری مراد اونچی قابلیت اور گہری بصیرت پیدا کرنا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام کے تمام پہلوؤں پر اس نوعیت کا مطالعہ خاص طور پر موجودہ دور میں بہت دشوار بلکہ شاید ناممکن ہے۔ البتہ اسلام کے عمومی مطالعہ کے ساتھ اس کے کسی ایک پہلو پر ہمارے مثالی کارکنوں کو برتر علمی معیار کی تیاری کرنی چاہیے تاکہ وہ تفصیل کے ساتھ اسلام کے اس پہلو پر اظہار خیال کرسکیں اور اس کے ایک ایک نکتہ پر دنیا کو مطمئن کرسکیں۔ ظاہر ہے کہ اس کے لیے غیر معمولی محنت کی ضرورت ہے۔ اس وقت میرا خطاب اصلاً ان نوجوانوں سے ہے جو علم کے مختلف میدانوں میں کام کر رہے ہیں ان سے یہ درخواست بے جا نہ ہوگی کہ وہ اس تیاری سے غافل نہ ہوں۔ ایک طالب علم سے علم ہی سے متعلق گفتگو ہوسکتی ہے۔ اگر وہ علم کے میدان میں ناکام رہا تو یہ اس کا اتنا بڑا نقصان ہوگا کہ شاید کسی اور طریقے سے وہ اس کی تلافی نہ کرسکے۔

۲۔ کسی تحریک کا کارکن اس کا ترجمان ہوتا ہے۔ تحریک اسلامی کے کارکن کو بھی اس کا ترجمان ہونا چاہیے۔ یہ ترجمانی اسے عوام اور خواص میں، مسجدوں اور مدرسوں میں، اسکولوں اور کالجوں میں، بازاروں اور پارکوں میں، بڑے اور چھوٹے مجمعوں میں غرض ہر مقام پر اور ہر جگہ کرنی ہوگی اور اپنی بات چیت سے، تقریر و تحریر سے، صحافت سے، مذاکروں اور مباحثوں سے یعنی ہر اس ذریعہ سے کرنی ہوگی جو اس کے اختیار میں ہو اور جو اس تحریک کے مزاج کے مطابقت رکھتا ہو۔ آپ ہر محاذ پر اسلام کے وکیل اور ترجمان بن کر نظر آئیں، دنیا کی ہر بحث کا رُخ اس کی طرف موڑ دیں، ہر چیلنج کا جواب آپ کے پاس موجود ہو اور ہر اُلجھن کو آپ اس کی روشنی میں حل کرسکتے ہوں۔ یہ ایک طویل عمل ہے جو اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ دنیا اسلام کے زیرِ نگیں نہ آجائے اور ہر طرف اس کا بول بالا نہ ہونے لگے ۔۔ یہی زبردست مہم آپ کو سَر کرنی ہے۔ سوچیے، کیا آپ اس کے لیے تیار ہیں؟

۳۔ تحریکِ اسلامی کا کارکن وہ ہے جس کی پوری زندگی اس تحریک سے ہم آہنگ ہو، وہ جو کچھ اسٹیج پر نظر آتا ہے وہی اپنی نجی زندگی میں نظر آئے۔ اس کے اخلاق، اس کے اعمال، اس کے تعلقات اور اس کے معاملات سب کچھ تحریک سے مطابقت رکھتے ہوں۔ جس شخص کے اندر یہ خوبی نہ ہو وہ اس کی خدمت تو کیا کرے گا، اس کی بدنامی اور رسوائی کا باعث ہوگا۔ قول و فعل کا تضاد ہر تحریک کو نقصان پہنچاتا ہے ۔۔ اسلامی تحریک کے لیے بھی یہ سمِ قاتل ہے۔ تحریکِ اسلامی سے وابستہ کسی نوجوان کے لیے اس بات کی بڑی

اہمیت ہے کہ اس کا کردار اس تحریک کے عین مطابق ہو۔ آج کے دور میں جب کہ ہمارے اس ملک کے بلکہ دنیا بھر کے نوجوان ذہنی انتشار کا شکار ہیں۔ ان کی سیرت اور اخلاق کو گھن لگ چکا ہے، وہ بے شمار غلط کاریوں میں مبتلا ہیں، ان کی وجہ سے ہنگامے ہیں، توڑ پھوڑ ہے، بد اخلاقی کے مظاہرے ہیں، زنا و بدکاری ہے۔ ان کے درمیان سے بڑوں کا ادب ختم ہو چکا ہے۔ تعلیم سے ان کی دلچسپی باقی نہیں رہی، ان کے اوقات غلط اور بے مقصد کاموں میں صرف ہو رہے ہیں۔ ان کی وجہ سے ان کے ماں باپ پریشان ہیں، پاس پڑوس اور محلہ کے لوگ پریشان ہیں، اور ملک پریشان ہے۔ اس صورتِ حال میں اگر کوئی نوجوان اسلام کی صحیح تصویر پیش کرے، وہ با اخلاق اور باکردار ہو، بڑوں کا ادب کرنے والا ہو، چھوٹوں کو اس سے تکلیف نہ پہنچے، اس رویہ سے ماں باپ، خویش و اقارب اور ملنے جلنے والے سب خوش ہوں تو اس کی بے زبانی بھی زبان بن جائے گی۔ اور اس کی خاموشی میں گویائی کی طاقت ہوگی۔ وہ اسٹیج پر گئے بغیر بھی اسٹیج پر رہے گا۔ اس کی باتیں کانوں کے پردوں سے ٹکرا کر نہیں لوٹ آئیں گی۔ بلکہ دلوں اور دماغوں کی گہرائیوں میں اتر جائیں گی۔ اس کا وجود خود اس بات کی دلیل بن جائے گا کہ وہ حق پر ہے اور حق کی طرف دنیا کو بلا رہا ہے۔ سوچیے کیا کوئی کارکن اتنے بڑے ہتھیار سے محروم ہو سکتا ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت سی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ اور ایک نوجوان تو ان صلاحیتوں سے مالا مال ہوتا ہے۔ یوں کہنا چاہیے کہ وہ انمول اور بیش بہا قوتوں اور صلاحیتوں کا ایک خزانہ لیے پھرتا ہے۔ ان سے وہ تخریبی کام بھی کر سکتا ہے اور تعمیری خدمات بھی انجام دے سکتا ہے۔ آپ تحریک اسلامی کے کارکن ہیں۔ آپ کے پاس قوتوں اور صلاحیتوں کا جو خزانہ ہے اسے اسی تحریک کی خدمت میں لگائیے آپ جانتے ہیں کہ آپ کی یہ صلاحیتیں اور توانائیاں خود بخود آپ کو نہیں مل گئی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔ ان کے بارے میں قیامت کے روز سوال ہوگا۔ آپ کے پاس علم ہے تو اس علم کے بارے میں سوال ہوگا۔ آپ کو جوانی ملی ہے تو اس جوانی کے بارے میں سوال ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے۔

لن تزول قدما ابن آدم	قیامت کے روز انسان کے قدم ہٹ نہیں
حتیٰ یسئل عن خمس عن عمرہ	سکتے جب تک کہ اس سے پانچ سوال نہ ہو جائیں
فیما افناہ وعن شبابہ فیما	اور وہ ان کا جواب نہ دے دے۔ اس نے
ابلاہ وعن علمہ ماذا عمل	اپنی ساری عمر کیسے گذاری، اپنی جوانی کس طرح

بما علم وعن ماله من این
اکتسبه وفیما انفقه
(رواہ الترمذی)

ختم کی ، جو علم حاصل کیا اس کے مطابق کس حد
تک عمل کیا ، اپنا مال کہاں سے حاصل کیا
اور اسے کہاں خرچ کیا؟

آپ کو جو صلاحیتیں ملی ہیں اس تحریک کو ان کی سب سے زیادہ ضرورت ہے ۔ وہ بغور دیکھ رہی ہے کہ آپ کی یہ صلاحیتیں اس کے کام آرہی ہیں یا نہیں ۔ ہوسکتا ہے کہ دُنیا کے بازار میں آپ کی ان صلاحیتوں کی زیادہ قیمت ملے اور تحریک ان کی کوئی قیمت نہ ادا کرسکے ، لیکن محض اس وجہ سے کہ بازار میں ان کی قیمت زیادہ ہے آپ ان کو نیلام نہ چڑھائیے ۔ یہ دُنیا اور متاعِ دُنیا بے حقیقت ہے اور آپ کی صلاحیتیں یقین مانیے اتنی قیمتی ہیں کہ وہ یہاں کے خزف ریزوں کے عوض نہیں بیچی جاسکتیں ۔ یہ یہاں کے لعل وجواہر سے بھی تولی نہیں جاسکتیں ۔ ان کی قیمت کا تو آج آپ اندازہ بھی نہیں کرسکتے ۔ اس کی صحیح قیمت اس وقت معلوم ہوگی جب کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا صلہ ملے گا ۔ آپ اتنا پائیں گے کہ اس دُنیا کی ہر محرومی کا احساس ختم ہوجائے گا ، اور ہر تمنا پوری ہوجائے گی ۔

یہ تحریک کس کی ہے؟ یہ آپ ہی کی ہے ۔ آپ اس کے دست و بازو ہیں ، آپ مستقبل کے معمار ہیں جن پر اس کے چلانے کی ذمہ داری عاید ہوتی ہے ۔ آپ وہ ہیں جن کے حوالہ آئندہ یہ امانت کردی جائے گی ۔ ذرا سوچیے کتنی بڑی ذمہ داری آپ پر آنے والی ہے ۔ یاد رکھیے! دُنیا کا مستقبل اس تحریک سے وابستہ ہے ۔ یہ تحریک ہر طرف چھا جانے کے لیے اُٹھی ہے اور اللہ نے چاہا تو چھا کر رہے گی ۔ دُعا ہے کہ اس کا عَلَم ہمارے ہاتھوں میں ہو اور ہمارے ذریعہ یہ کارنامہ انجام پائے ۔

(یہ مقالہ S.I.O کی کل ہند کانفرنس منعقدہ بنگلور میں اس کے ارکان کی نشست میں ۲۷ دسمبر ۱۹۸۶ء کو پڑھا گیا ۔ اب کسی قدر نظر ثانی کے بعد اسے یہاں پیش کیا جارہا ہے)